حقیقت ایمان

خلاصہ مباحث (۲)

از قلم : ابو عبدالرحمٰن شبیر بن نور

ایمان اور جہاد

ایمان ایک حقیقت ہے جو کہ اصلاً دل میں ہوتی ہے' زبان سے صرف اس کا دعویٰ ہوتا ہے۔ اس دعوے کی دلیل اور شہادت کیا ہے؟ دعویٰ ایمان کا عملی ثبوت اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحجرات کی آیت ۱۵ میں بیان کیا ہے' فرمایا :

"حقیقت میں مؤمن تو صرف وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر انہوں نے کوئی شک نہ کیا اور اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا' وہی سچے لوگ ہیں۔"

اس آیت میں حقیقی ایمان کی دو شرطیں بیان ہوئی ہیں' ایک باطنی شرط "غیر متزلزل ایمان" جبکہ دوسری ظاہری شرط "جان و مال سے اللہ کی راہ میں جہاد"۔

یہی مضمون سورۃ الانفال آیت ۲۔ ۴ اور آیت ۷۴ میں بیان ہوا ہے۔ اور سورۃ الصف آیت ۱۰۔ ۱۱ میں بتادیا گیا کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے اور اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کا فائدہ آخرت میں عذابِ الیم سے نجات کی شکل میں ظاہر ہوگا۔

جہاد کے بارے میں مغالطہ اور وضاحت

عام طور پر جہاد کے معنی جنگ کے لے لئے جاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جہاد کا معنی ہے دو طرفہ مقابلے میں کوشش کرنا۔ جس درجے میں بھی مقابلے میں کوشش ہوگی وہ جہاد شمار ہوگا۔ اور یہ کوشش اللہ کے راستے میں ہو تو جہاد فی سبیل اللہ شمار ہوگا' جس کے مختلف مراحل ہیں۔

مراحل جہاد

(۱) نفس کے خلاف جہاد : یعنی اپنے آپ کو اللہ کی اطاعت میں لگادینا اور خواہشات و

شہواتِ نفس کو اللہ کی رضا کی خاطر کچل دینا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : "اور سچا مجاہد وہ ہے جس نے اللہ کی رضا کی خاطر اپنے نفس کے خلاف جہاد کیا۔" (صحیح ابن حبان ۱۱/ ۲۰۳ و مسند احمد ۶/۲۱)

(۲) معاشرے کے خلاف جہاد کرنا : اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ معاشرے میں پائی جانے والی خرابیوں کو ہاتھ سے یا زبان سے یا کم سے کم دل سے بدلنے کی کوشش کرنا۔

(۳) نظام حکومت کے خلاف جہاد کرنا : جب نظامِ حکومت اللہ کا باغی ہو تو اس کو بدلنے کے لئے جو بھی اور جس مرحلے پر بھی کوشش ہو گی وہ جہاد ہے۔ عین ممکن ہے کہ یہ جہاد آخری مراحل میں قتال کی شکل اختیار کر لے۔

جہادِ کی دیگر شکلیں

جہادِ زندگانی : بقائے ذات کی خاطر کوشش' رزقِ حلال کی کوشش اور ضروریاتِ زندگی حلال طریقے سے پورا کرنے کی کوشش بھی جہاد ہے۔

حقوق کی خاطر جہاد : ظلم کے خلاف جہاد' سیاسی و معاشی حقوق حاصل کرنے کی خاطر اور جان' مال' عزت اور دین و مذہب کے تحفظ کی خاطر جہاد' یہ سب جہاد کی شکلیں ہیں۔

جہاد برائے تلاشِ حقیقت : سُنّت ابراہیمؑ اور سُنّت سلمانیؓ پر عمل کرتے ہوئے حقیقت تک پہنچنے کی خاطر جدوجہد اور کوشش بھی ایک اعلیٰ قسم کا جہاد ہے۔

جہاد برائے ترقی ایمان : ایمان کو پانے' اس پر قائم رہنے اور ذکر و فکر کے ذریعے اس میں ترقی' یہ سب محنت جہاد برائے ترقی ایمان کہلائے گی۔ لہٰذا مؤمن ہر دم جہاد میں ہے بشرطیکہ نیت اللہ کو راضی کرنا ہو۔

وسائل جہاد

وقت اور ضرورت کی مناسبت سے جہاد کا انداز و اسلوب مختلف ہو گا لہٰذا کبھی طاقت' کبھی زبان سے اور کبھی دل سے جہاد ہو گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

> "..... جو ان کے خلاف ہاتھ سے جہاد کرے وہ مؤمن ہے اور جو زبان سے جہاد کرے وہ بھی مؤمن ہے اور جو دل سے ان کے خلاف جہاد کرے وہ بھی مؤمن ہے۔ اور اس کے بعد رائی کے دانے جتنا بھی ایمان نہیں ہے۔" (صحیح مسلم)

اور اس جہاد کے لئے آلہ اور ہتھیار قرآن ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

﴿ فَلَا تُطِعِ الْكَافِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ﴾ (الفرقان : ۵۲)

"پس (اے نبی!) کافروں کی بات ہرگز نہ مانو اور اس قرآن کو لے کر ان کے خلاف جہاد کرو۔"

چونکہ شیطان انسان کے اندر اس طرح گردش کرتا ہے جس طرح خون دوڑتا ہے لہٰذا شیطان کے وسوسوں اور چالوں سے بچنے کے لئے قرآن سے زیادہ کارگر ہتھیار اور کوئی نہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے : ﴿ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ﴾ (ق : ۴۵) "پس تم اس قرآن کے ذریعے اس کو یاد دہانی کراؤ جو میری تنبیہہ سے ڈرے۔" چنانچہ دعوت و تبلیغ اور انذار و تبشیر کی سطح پر جہاد کے لئے سب سے کارگر ہتھیار قرآن ہے۔

ایمان اور نفاق

نفاق کے لغوی معنی دو منہ والا راستہ ہے۔ البتہ ایمانیات کے باب میں نفاق سے مراد بظاہر ایمان اور اندرونی طور پر کفر والی کیفیت ہے۔ اس طرح منافق آدمی قانونی طور پر مسلمان اور حقیقی طور پر کافر ہوتا ہے' کیونکہ قانونی ایمان کی ضد کفر ہے اور حقیقی ایمان کی ضد نفاق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ غضب منافقوں پر برسا ہے۔ فرمایا : ﴿ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ﴾ (النساء : ۱۴۵) "بلاشبہ منافقین تو آگ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے"۔

نفاق کی بنیاد : گوہ اس لئے دو منہ والا بل بناتی ہے تاکہ خطرے کے وقت دوسری طرف سے نکل کر جان کی حفاظت کر سکے۔ اسی طرح منافق اہل کفر سے وفاداری استوار رکھتا ہے تاکہ اہل اسلام کی شکست کی شکل میں جان و مال کا تحفظ حاصل کر سکے۔

نفاق کے مراحل

کمال ایمان : کمالِ ایمان کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ہر حکم کو دل کی خوشی سے اور اپنی خوش قسمتی کی خاطر قبول کیا جائے اور جہاں تک بس چلتا ہو اس پر دل و جان سے عمل کیا جائے۔

ضعف ایمان : اگر احکامِ شریعت پر جوش و ولولہ کے ساتھ عمل نہ ہو بلکہ گریز اور بچ نکلنے کی خواہش ہو تو یہ ضعف ایمان کی نشانی ہے۔ سابقہ طرزِ عمل پر استغفار اور آئندہ کی اصلاح کی صورت میں معاملہ سدھر سکتا ہے۔

مرض کا پہلا درجہ' جھوٹا بہانہ : اگر ضعف ایمان کا بروقت علاج نہ کیا جائے تو مرض حملہ آور ہو جاتا ہے اور مریض ایمان جھوٹے بہانے بنانے لگتا ہے اور جھوٹ اس کی زندگی کا جزو بن جاتا ہے۔ اسی لئے مرضِ نفاق کے ضمن میں جھوٹ کا تذکرہ بڑے تسلسل سے ملتا ہے۔

مرض کا دوسرا درجہ' جھوٹی قسمیں : جھوٹے بہانے جب اپنا اعتماد کھونے لگیں تو مریض ایمان جھوٹی قسمیں کھانے پر اتر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : ﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَیْمَانَهُمْ جُنَّةً ﴾ (المنافقون : ۲) "انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے"۔ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ جھوٹی قسمیں کھا کر لوگوں کو دھوکہ دینے میں کامیاب ہو جائیں گے حالانکہ وہ نفاق کی دلدل میں اور زیادہ دھنس رہے ہوتے ہیں۔

مرض کا آخری درجہ' اللہ اور رسول ؐ کے ساتھ بغض و عداوت : یہ غم و غصہ ایک نفسیاتی الجھن کی وجہ سے ہوتا ہے کہ منافق کی عزیز ترین متاع جان و مال ہوتی ہے۔ چنانچہ جونہی کوئی حکم نازل ہوا جس میں جان و مال کا امتحان ہو تو اب منافقوں کی جان پر بن آئی کہ کسی طرح جان چھوٹ جائے۔ اور جب مخلص اہل ایمان انفاقِ مال اور بذلِ نفس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہوتے ہیں تو ان منافقوں کو ان مخلصین پر تو غصہ آتا ہی ہے کہ خواہ مخواہ بے وقوفوں کی طرح جان و مال کا ضیاع کر رہے ہیں اور ان سے زیادہ اللہ اور رسول ؐ پر غصہ آتا ہے کہ ہر وقت کسی نہ کسی مشکل میں ڈالے رکھتے ہیں۔ اگر ساتھ دیں تو جان و مال کا نقصان اور اگر پیچھے رہیں تو معاشرے میں نکو بن کر رہنے پر مجبور' لہٰذا اپنے ہی غیظ و غضب میں جلتے بھنتے رہتے ہیں اور مرض کی یہ کیفیت لاعلاج ہوتی ہے۔

منافق کا انجامِ آخرت

سچے اہل ایمان کے انجام آخرت کا نقشہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح کھینچا ہے' فرمایا :

"جس دن تم مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو دیکھو گے ان کا نور ان کے

داہنی طرف اور آگے دوڑتا ہوگا اور اس روز ان کے لئے جنت کی بشارت ہے جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی' اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے"۔ (الحدید : ۱۲)

سچے اور مخلص اہل ایمان کے اس قابل رشک انجام کے فوراً بعد فرمایا کہ منافقوں کا انجام بہت بھیانک ہوگا' فرمایا :

"جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں اہل ایمان سے کہیں گے ذرا رکو' انتظار کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے فائدہ اٹھالیں۔ (اہل ایمان جواب میں کہیں گے) پیچھے لوٹ کر اپنا نور تلاش کرو۔ (اس مکالمے کے بعد) ان کے درمیان ایک فصیل حائل کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا جس کے اندر کی طرف رحمت خداوندی ہوگی اور باہر کی طرف عذاب ہوگا۔" (الحدید : ۱۳)

یہ بھیانک منظر اور انجام دیکھنے کے باوجود منافق آواز دے کر کہیں گے :

﴿ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ﴾ (الحديد : ۱۴)

"دور سے آواز دے کر پوچھیں گے کیا ہم تمہارے ساتھی نہ تھے"۔

بلاشبہ منافقین دنیا میں مسلمانوں کے ساتھ ہی ہوتے ہیں کیونکہ وہ قانونی طور پر مسلمان ہوتے ہیں اور آخرت میں ان کا انجام کافروں کے ساتھ ہوگا کیونکہ نہ صرف وہ حقیقی ایمان سے فارغ ہوتے ہیں' بلکہ انتہائی بزدل اور کمینے کافر ہوتے ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے منافقوں کا انجام بھی کافروں سے بدتر بتایا ہے' فرمایا :

﴿ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ﴾ (النساء : ۱۴۵)

"بلاشبہ منافقین تو آگ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے"۔

شعوری اور غیر شعوری نفاق کا فرق

نفاق دو قسم کا ہے : (۱) نفاق اعتقادی' (۲) نفاق عملی۔

نفاق اعتقادی پھر دو قسم ہے : نفاق شعوری' نفاق غیر شعوری

<u>نفاق شعوری</u> : کوئی شخص جان بوجھ کر دھوکہ دینے کے لئے ایمان کا اظہار کرتا ہے اور وہ خوب سمجھ رہا ہوتا ہے کہ یہ بس ڈرامہ یا اداکاری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں دو جگہ اس قسم کے نفاق کا تذکرہ کیا ہے' فرمایا :

"اہل کتاب (یہودیوں) کی ایک جماعت نے یہ سازش تیار کی کہ صبح کے وقت ایمان لے آؤ اور شام کو انکار کر دو شاید کہ سچے اہل ایمان میں سے کچھ لوگ پلٹ آئیں"۔ (آل عمران : ۷۲)

دوسری جگہ فرمایا :

"اے مسلمانو! جب یہ تمہاری محفل میں آئے تو انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لے آئے حالانکہ وہ دلی کفر کے ساتھ داخل ہوئے تھے اور کفر کے ساتھ ہی نکل گئے اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ چھپائے ہوئے ہیں"۔ (المائدہ : ٦١)

تو گویا اس قسم کے لوگوں کو خود خوب علم ہوتا ہے کہ ہم جھوٹ کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

نفاق غیر شعوری

قرآن حکیم میں جن منافقوں کا تذکرہ ہے ان میں کم سے کم ۹۰ فیصد لوگ غیر شعوری منافق ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم جب ان کا تذکرہ کرتا ہے تو کہتا ہے ﴿ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴾ "ان کو اپنی بیماری کا شعور ہی نہیں ہے"۔ ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا :

"بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے ہیں حالانکہ وہ مومن نہیں ہیں۔ وہ اللہ اور ایمان لانے والوں کے ساتھ دھوکہ بازی کر رہے ہیں مگر دراصل وہ اپنے آپ کو ہی دھوکے میں ڈال رہے ہیں اور انہیں اس کا شعور نہیں ہے"۔ (البقرۃ : ۸-۹)

نفاق عملی

بعض احادیث میں جھوٹ بولنے' وعدہ کی خلاف ورزی کرنے' امانت میں خیانت کرنے اور جھگڑے کے وقت گالی گلوچ کرنے کو نفاق سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (۵) ایک جگہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : "خواہ وہ شخص روزے رکھتا ہو' نماز پڑھتا ہو اور خود کو کامل مسلمان سمجھتا ہو"۔ نیز فرمایا کہ جس میں ایک عادت ہو وہ ۲۵ فیصد جس میں دو ہوں وہ ۵۰ فیصد' جس میں تین ہوں وہ ۷۵ فیصد اور جس میں چاروں ہوں وہ سو فیصد منافق ہے۔ ایسے گناہوں کو اہل علم نے نفاق عملی سے تعبیر کیا ہے اور یہ نفاق اعتقادی نہیں ہے۔

نفاق سے متعلق مغالطے اور وضاحت

پہلا مغالطہ : "نفاق صرف دورِ نبوت میں تھا' آج نہیں ہے"۔

وضاحت : آج ہم معین طور پر کسی کو منافق نہیں کہہ سکتے' کیونکہ یہ غیبی علم سے متعلق ہے' البتہ نفاق موجود ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ کے مبارک دور میں نفاق ہو سکتا ہے تو ہمارے دور میں کیوں نہیں ہو سکتا؟

دوسرا مغالطہ : "ہم پشت در پشت مسلمان ہیں' ہم اسلام کے قلعے میں رہتے ہیں' یہاں نفاق کا کیا کام؟"

وضاحت : حضرت عمر اور حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابہ تو نفاق سے ڈرتے تھے' ہمیں کیوں ڈر نہیں ہے؟ مشہور تابعی ابن ابی ملیکہ فرماتے ہیں : "میں تیس صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملا ہوں' ہر ایک اپنے بارے میں نفاق کے خطرے میں مبتلا تھا"[۲] جب عظیم المرتبت صحابہ رضی اللہ عنہم کو خطرہ تھا تو ہم اس سے نچنت کیونکر رہ سکتے ہیں؟ دراصل جس کے پاس سرمایہ ہو اسے چوری کا خطرہ رہتا ہے اور جو خالی جیب ہو اس کو کیسا خطرہ؟ لہٰذا جو صاحب ایمان ہو گا اسے نفاق کا خطرہ رہے گا۔

حقیقی ایمان کے ظاہری ثمرات

حقیقی ایمان کو ایک درخت کی مثال سے سمجھ لیں کہ پہلے بیج' پھر دو پتیاں' پھر نازک نازک شاخیں' پھر پھول' پھر پھل اور بالآخر مضبوط و محکم جڑ دار درخت وجود میں آتا ہے۔ جس اعتبار سے درخت اوپر کو اٹھے گا اسی اعتبار سے اس کی جڑ زمین میں گہری ہو گی۔ اسی طرح جس قدر دل میں ایمان گہرا ہو گا اسی اعتبار سے اعمال صالحہ میں اور بالخصوص جہاد میں شدت و اہتمام پیدا ہوتا چلا جائے گا۔ حدیث جبریل میں اسی بات کو احسان سے تعبیر کیا گیا ہے۔

ایمان اور فطرت

ایمان کا حاصل اور لب لباب امن ہے اور امن سے مراد ذہنی و قلبی سکون۔ جو لوگ اپنا منہج زندگی علیٰ وجہ البصیرۃ اختیار کرتے ہیں وہ بہت ہی خوش قسمت لوگ ہوتے

ہیں۔ چونکہ ایمان ان تمام سوالات کا جواب فراہم کرتا ہے جن سے فلسفہ میں بحث کی جاتی ہے لہٰذا جو انسان شعوری کوشش کے ساتھ ایمان قبول کرتا ہے اور علیٰ وجہ البصیرۃ اپنی راہ پر چل رہا ہوتا ہے وہ ذہنی و قلبی سکون حاصل کئے ہوئے ہوتا ہے اور مکمل امن میں ہوتا ہے۔ انہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۝ ﴾ (الانعام : ۸۲)

"جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان میں کسی ظلم (شرک) کا آمیزہ نہیں کیا انہی لوگوں کے لئے امن ہے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں۔"

حقیقت یہ ہے کہ ایمان ہی وہ فلسفہ حیات ہے جو فطرت انسانی کے ساتھ کامل مطابقت رکھتا ہے لہٰذا ایمان ہی کے ذریعے سکون' انبساط اور معرفت ملتی ہے اور اسی کے ذریعے سارے مسائل کا حل سامنے آتا ہے۔

ایمان اور تصوف

قرآنی اصطلاح کے مطابق تصوف کا موضوع ولایت یا موالاتِ باہمی ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا ولی اور مولیٰ ہے۔ فرمایا :

"جو لوگ ایمان لاتے ہیں ان کا ولی (حامی و مددگار) اللہ ہے' وہ ان کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکال لاتا ہے" (البقرہ : ۲۵۷)

اسی طرح اہل ایمان بھی اللہ کے ولی ہیں' فرمایا :

"سن لو جو اللہ کے دوست ہیں ان کے لئے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے۔" (یونس : ۶۲)

اور تصوف کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ایمان انسان کے قال سے بڑھ کر اس کا حال بن جائے۔

تصوف اور فلسفہ : تاریخ انسانیت میں سب بڑے ماہرینِ نفسیات صوفیاء کرام ہی تھے۔ انہوں نے نفس انسانی کی گہرائیوں میں اتر کر مشاہدہ کیا اور پھر ان کا مناسب حال حل پیش کیا۔ جدید مادہ پرست ماہرین نفسیات کی تو وہاں تک رسائی ہی نہیں۔ اس اعتبار سے اسلام کے فلاسفر صوفیاء ہی تھے۔

تصوف کا میدان : تقرب الی اللہ اور وصول الی اللہ کی منزلیں طے کرنا تصوف کا اصل

میدان ہے جس میں کئی مقامات آتے ہیں' مثلاً صبر' شکر' محبت' تسلیم و رضا اور مقامِ توکل و تفویض۔ تصوف کا حاصل مرتبہ ولایت ہے جسے قرآن حکیم نے "راضیة مرضیة" رضی اللّٰہ عنھم و رضوا عنہ اور مثالی دوستی کا نام دیا ہے جس کی کیفیت حدیث میں ان الفاظ کے ساتھ بیان ہوئی ہے :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا : "جس نے میرے ولی (دوست) کے ساتھ دشمنی کی میں اس کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیتا ہوں۔ جو کام میں نے اپنے بندے پر فرض کر رکھے ہیں ان سے زیادہ کسی دوسرے ذریعے سے میرا بندہ میرا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ اور بندہ نوافل کے ذریعے مسلسل میرے قریب ہو تا جاتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے' اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کی ٹانگ بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے کچھ مانگے تو اسے ضرور دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ کا طالب ہو تو اسے پناہ دیتا ہوں۔ اور میں کسی کام میں بھی تردد سے کام نہیں لیتا جتنا تردد مجھے مومن کی جان نکالنے کے بارے میں ہوتا ہے' مومن کو موت ناپسند ہوتی ہے اور میں بھی اسے تکلیف نہیں دینا چاہتا۔" (صحیح البخاری کتاب الرقاق' ح ۶۱۳۷)

اس مقام پر آ کر اللہ تعالیٰ اور مومن کی دوستی پکی ہو جاتی ہے' اللہ مومن کا ولی بن جاتا ہے اور مؤمن اللہ کا ولی بن جاتا ہے' اور یہی تصوف کا نتیجہ و ثمرہ ہے۔

تقدیر پر ایمان

تقدیر پر ایمان اللہ تعالیٰ پر ایمان کا لازمہ اور خاصہ ہے۔ یعنی جو کچھ بھی ہو رہا ہے یا ہو گا وہ اللہ کے اذن سے ہو گا اور وہی اصل مسبب الاسباب ہے اور ہم اس پر راضی ہیں۔ لہٰذا کیسا شکوہ' کیسی شکایت؟ چنانچہ ہم پر جو حالات آ رہے ہیں اس پر ہم راضی ہیں اور ہماری جستجو کے بعد جو نتائج برآمد ہو رہے یا ہوں گے ان میں ہم اللہ پر توکل کرتے ہیں۔ اور توکل کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ ہم کوشش ہی نہ کریں۔ کوشش ضرور کریں'

البتہ نتائج اللہ کے حوالے کردیں۔

راضی برضا اور توکل کا فائدہ : ہماری اکثر و بیشتر پریشانیوں کا سبب نفسیاتی ہوتا ہے۔ ہم کوشش کرتے ہیں 'نتائج موافق نہ نکلیں تو پریشان ہو جاتے ہیں 'لیکن اگر کوشش کی اور نتائج موافق نہ نکلے اور آپ نے کہہ دیا ﴿ وَاُفَوِّضُ اَمْرِیۡ اِلَی اللّٰہِ ﴾ (المؤمن : ۴۴) "اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں" تو بس سارا ذہنی و قلبی سکون مل گیا۔

ایک مغالطہ اور وضاحت : عام طور پر یہ مغالطہ موجود ہے کہ چونکہ اللہ نے ایسا لکھ دیا تھا لہٰذا ہم یہ کام کرنے پر مجبور تھے اور جب مجبور تھے تو سزا کیسی؟

وضاحت : جو کچھ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے اُس کی وجہ سے ہم نے غلط کام نہیں کیا' بلکہ جو کچھ ہم نے کرنا تھا وہ اللہ تعالیٰ نے پیشگی لکھ رکھا ہے۔ اگر یہ یقین ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے اور اُس ذاتِ اقدس کا علم ہر چیز کو محیط ہے تو اس قسم کا مغالطہ پیدا ہی نہیں ہوتا۔

ہمارے غموں اور دکھوں کا علاج : رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : جس کسی کو کبھی بھی کوئی پریشانی یا تکلیف ہو تو وہ یہ دعا پڑھے' اللہ تعالیٰ اس کے غم کی جگہ خوشی بھر دیتا ہے۔

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ عَبْدُکَ وَابْنُ عَبْدِکَ وَابْنُ اَمَتِکَ' نَاصِیَتِیْ بِیَدِکَ' مَاضٍ فِیَّ حُکْمُکَ' عَدْلٌ فِیَّ قَضَاؤکَ' اَسْاَلُکَ بِکُلِّ اسْمٍ ھُوَ لَکَ سَمَّیْتَ بِہٖ نَفْسَکَ اَوْ اَنْزَلْتَہٗ فِیْ کِتَابِکَ' اَوْ عَلَّمْتَہٗ اَحَدًا مِنْ خَلْقِکَ اَوِ اسْتَاْثَرْتَ بِہٖ فِیْ عِلْمِ الْغَیْبِ عِنْدَکَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ رَبِیْعَ قَلْبِیْ وَنُوْرَ صَدْرِیْ وَجَلَاءَ حُزْنِیْ وَذَھَابَ ھَمِّیْ)) (۷)

"اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں' میرا باپ بھی تیرا ادنیٰ غلام تھا' میری ماں بھی تیری کنیز تھی' میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے۔ میرے وجود پر تیرا ہی حکم جاری و ساری ہے۔ میرے بارے میں آپ کا جو فیصلہ ہو وہ انصاف ہی انصاف ہے' ہر اُس اسم مبارک کے واسطے سے جو تیرا ہے جس سے تو نے اپنے آپ کو خود موسوم فرمایا' اپنی کتاب میں نازل فرمایا یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو تو نے وہ نام سکھایا یا خزانہ غیب میں اپنے پاس محفوظ فرمایا' ان سب ناموں کا واسطہ دے کر میں درخواست کرتا ہوں کہ قرآن حکیم کو میرے دل کی بہار بنا دے' میرے سینے

کانور بنادے اور میری پریشانی کو دور کرنے والا نسخہ بنادے اور میرے غم و تفکر کے ازالے کا ذریعہ بنادے"۔

ایمان کے چشمے

(۱) قرآن حکیم : ہرانسان کے دل میں معرفت رب فطرتاً موجود ہے اور یہی نورِ فطرت ہے۔ جب اس نورِ فطرت کو نورِ وحی کے ذریعے جگایا اور چمکایا گیا تو ایمان نظر آنے لگا' اور نورِ وحی سے مراد یقیناً قرآن حکیم ہے اور قرآن حکیم ہی منبع ہدایت ہے۔ معاشرے کا ہر طبقہ اس سے ہدایت پا سکتا ہے' چاہے سڑک کا مزدور ہو یا یونیورسٹی کا پروفیسر یا سائنسدان ہو۔ اور قرآن کریم کے ذریعے حاصل ہونے والا ایمان آفاقی و انفسی دلائل پر مشتمل ہو گا۔

(۲) صحبت صاحب یقین : مخلصین و صادقین کی محفل سے بھی ایمان و یقین حاصل ہو جاتا ہے جس طرح آگ کے پاس بیٹھ کر تپش اور برف کے پاس بیٹھ کر ٹھنڈک حاصل ہو جاتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا : ﴿ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴾ (التوبہ : ۱۱۹) "سچوں کے ساتھ رہو" یعنی جب سچوں کے ساتھ رہو گے تو خود بھی سچے بن جاؤ گے۔

(۳) عمل صالح : دل میں کیفیت ایمان پیدا کرنے کا ایک راستہ عمل صالح ہے' بشرطیکہ قبول اسلام کسی مکر یا سازش کے تحت نہ ہو۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ سورۃ الحجرات میں فرمایا :

> "یہ بدو کہتے ہیں ہم ایمان لا چکے ہیں' کہہ دیں تم ہرگز ایمان نہیں لائے بس یہ کہو ہم اسلام میں داخل ہو چکے ہیں' ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا' اور ہاں اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہو گے تو وہ تمہارے اعمال میں کچھ کمی نہیں کرے گا۔ یقیناً اللہ غفور رحیم ہے"

اس طرح عمل صالح کی برکت سے آہستہ آہستہ ایمان دل میں گھر کر جائے گا' اسی لئے مذکورہ بالا آیت میں کہا گیا ہے ﴿ اَنْ هَدٰكُمْ لِلْاِيْمَانِ ﴾ کہ اس نے تم کو ایمان کے راستے پر ڈال دیا ہے' لہٰذا بالآخر تم منزلِ ایمان تک پہنچ جاؤ گے۔

تبلیغی جماعت کا کام : دین کے جامع تصور کے اعتبار سے تبلیغی جماعت سے اختلاف کے باوجود اس کا "ایمان کی محنت" والا کام قابل قدر ہے' کیونکہ وہ انسان کو کچھ عرصے

کے لئے دنیاداری اور لغویات کے ماحول سے نکال کر خالص دینی مشق پر لگا دیتے ہیں۔ لٰہذا اسی عرصے میں فرائض و واجبات کے اہتمام کے ساتھ ساتھ نوافل و مستحبات اور مسنون دعاؤں کی بھی عملی محنت کرواتے ہیں اور دوسری طرف کبائر حتیٰ کہ صغائر سے بچنے کا موقع فراہم کردیتے ہیں۔ اس طرح اسے چالیس روزہ یا کم وبیش تربیت گاہ مل جاتی ہے اور اسی تربیت کے ذریعے ایمان کا پودا جوان ہو جاتا ہے اور حالات کا مقابلہ کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

نورِ ایمان کے حوالے سے لوگوں کے مراتب

(۱) صدیقین : جن لوگوں کے دل صاف و شفاف ہوں اور فطرت سلیم ہو ان کے لئے نورِ وحی کی ادنٰی سی چنگاری درونِ خانہ منور کرنے کے لئے کافی ہے' کیونکہ ان کی روحِ بیتاب پہلے سے حق کو پانے کے لئے بے چین ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مثال دی کہ انہوں نے قبولِ حق میں ایک لمحے کا بھی توقف نہیں کیا بلکہ فوراً ایمان لے آئے۔ ایسے ہی لوگوں کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ کیا ہے' فرمایا :

﴿ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰی لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ..... ﴾ (قٓ : ۳۷)

"اس میں یاددہانی ہے ہراس شخص کے لئے جو دل رکھتا ہو....."

(۲) محجوبین : جن لوگوں کے دل پر عدم توحید یا دنیاداری میں انہماک یا اعمال بد کا زنگ یا حب دنیا/ حب مال/ حب شہرت/ حب جاہ کا زنگ چڑھ گیا ہو ایسے لوگوں کو تعلیم و تعلّم اور تذکیر و وعظ کی ضرورت ہوتی ہے اور اگر محجوب قلب آدمی آیاتِ آفاقی و انفسی کو سمجھ سکتا ہو تو ان کے ذریعے تذکیر زیادہ کارگر ہوتی ہے۔ اس ضمن میں سورۃ آل عمران آیت ۱۹۰' سورۃ الذاریات آیت ۲۱' سورۃ حم السجدہ آیت ۵۳ اور سورۃ الغاشیہ آیت ۱۷ تا ۲۲ خاص طور پر مفید ہیں۔ ایسے لوگوں پر مسلسل محنت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر یہ لوگ فکر کے ذریعے منزل ایمان تک پہنچنے کے قابل نہ ہوں تو ذکر کی طرف توجہ دلائی جائے کیونکہ ذکر بھی کشف حجاب کا بہت بڑا ذریعہ ہے —— اور یہ ذکر و فکر کا مجموعہ عجیب امتزاج ہے اگر فکر میں کمی ہو تو ذکر کی طرف توجہ ہونی چاہئے اور اگر ذکر کی کمی ہو تو فکر اسے پورا کرسکتی ہے اور اگر یہ دونوں ممکن نہ ہوں تو اہل اللہ کی محفل آخری چارے کے طور پر کام دے سکتی ہے۔

(۳) مختومین : جن لوگوں کی فطرت مسخ ہو چکی ہو اور دل سیاہ ہو گئے ہوں' بلکہ مہر لگ چکی ہو اور قرآن کے الفاظ میں "ران" (زنگ) ان کے دلوں پر چڑھ چکا ہو' ایسے لوگوں کی سمع و بصر اور سوچ بچار کی صلاحیتیں سلب ہو چکی ہوتی ہیں۔ ان پر کوئی وعظ' انذار اور نصیحت کام نہیں کرتی' چاہے وعظ سنانے والے محمدؐ رسول اللہ ﷺ ہوں اور وہ قرآن پڑھ پڑھ کر وعظ سنا رہے ہوں۔ یہ لوگ چکنے پتھر کی طرح ہوتے ہیں۔ اتمام حجت کی خاطر ان کو نصیحت کی جاتی رہنی چاہئے' البتہ ان میں کسی بڑی تبدیلی کی توقع رکھنا بے کار ہے۔

آخری گزارش

جب تک توفیق رب شامل حال نہ ہو اس وقت تک دولتِ ایمان کو پالینا ممکن نہیں اور نہ ہی اس کو سنبھال رکھنا انسان کا ذاتی کمال ہے' لہٰذا ہر وقت یہ دعا زبان پر رہے اور دل صداقت کی گواہی دے رہا ہو : رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔

حواشی

۵) صحیح بخاری ح ۳۳ و ۳۴' صحیح مسلم ح ۵۸ و ۵۹

۶) صحیح بخاری' کتاب الایمان

۷) مسند احمد ۱/۳۹۱' ح ۳۷۱۲ و ۲/ ۴۵۲' ح ۴۳۱۸ و الاحسان ترتیب صحیح ابن حبان ۳/ ۲۵۳ ح ۹۷۲ و مسند ابی یعلٰی الموصلی ۹/۱۹۸' ح ۵۲۹۷ و المعجم الکبیر للطبرانی ۱۰/۱۶۹' ح ۱۰۳۵۲ و کشف الاستار عن زوائد البزار ۴/۳۱ ح ۳۱۲۲' والمستدرک للحاکم ۱/۵۰۹

اہم اعلان

قرآن حکیم کے منتخب نصاب (مشتمل بر ۴۴ کیسٹ) کی دوبارہ مکمل' واضح اور ہائی فائی اسٹیریو ریکارڈنگ تیار کر لی گئی۔ یہ edited سیٹ مکتبہ سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ جو حضرات دوبارہ ریکارڈنگ کرانا چاہتے ہیں وہ بھی رابطہ کر سکتے ہیں۔

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور فون : 5869501-3